ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

Fearless Pen of Urdu Fiction: Wajida Tabassum

بے باک قلم کی نمائندہ(واجدہ تبسم)

Ayaz Ali Jarah
Lecturer, SBBU, SBA .Nawabshah
Dr. Perwaiz Ahmed
Assistant Professor, Head Of Urdu Department GRA, GDC Kandiaro.
Shafqat Ara
H.M Government High School, Sakrand

Abstract

Wajida Tabasum stands as a pivotal figure in twentieth-century Urdu fiction, particularly during the 1960s and 1970s, for her bold literary voice and groundbreaking representation of women's inner lives. Her short stories defied conventional boundaries by exploring socially taboo subjects such as female sexuality, patriarchal hypocrisy, class conflict, and familial oppression. Through a realist yet artistically nuanced lens, Tabasum constructed female characters who were not merely passive recipients of suffering, but emotionally complex, self-aware individuals capable of resistance and assertion.

This paper examines Tabasum's fiction as a site of feminist resistance within a deeply patriarchal cultural framework. Employing literary and thematic analysis, the study investigates how her narratives—particularly "Thandi Sarak," "Ek Thi Nargis," "Eighteen Hundred and Eighty-Four," and "Billi"—employ symbolism, psychological depth, and cultural idioms to critique social norms and expose gendered oppression. Tabasum's distinctive use of Hyderabadi dialect, rich imagery, and layered storytelling contributes to a unique feminist aesthetic in Urdu literature.

Despite facing criticism and allegations of obscenity from conservative circles, her work has been increasingly recognized for its literary value, feminist insight, and sociocultural relevance. This research situates Wajida Tabasum within the broader discourse of South Asian feminist literature, arguing that her stories function both as powerful literary texts and as cultural documents that challenge the traditional narratives of womanhood. Her contributions remain vital to understanding the evolution of gender discourse in modern Urdu literature.

Key words: *Wajida Tabasum, Women's inner lives, Socially taboo, feminist resistance. Womanhood, Gender discourse*

واجدہ تبسم 16 مارچ 1935ء کو امراوتی مہاراشٹر میں پیدا ہوئیں۔ ابھی ان کی عمر ایک سال ہی تھی کہ والدہ انتقال کر گئیں۔(1)
دو سال بعد والد کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا"۔(2) واجدہ کی والدہ کا تعلق نواب خاندان سے تھا جو جہیز میں ڈھیروں سونے کے علاوہ پانچ گاؤں بھی لائی تھیں"۔۳ واجدہ نے خود اپنے والدین کی وفات کے حوالے سے لکھا ہے تین سال کی عمر میں ہمارے سروں سے ماں باپ دونوں کا سایہ اٹھ گیا۔

والد پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے، لاکھوں روپیہ کمایا اور گنوایا۔ وفات کے وقت والد تمام دولت پر ہاتھ صاف کر چکے تھے۔ ۴ واجدہ کی چار بہنیں (نازنین، ساجدہ، شاہدہ اور ناہید) اور تین بھائی تھے (۵ (ان یتیم اور بیر بچوں کی نگہداشت اور پرورش کی ذمہ داری ان کی نانی اماں نے اُٹھائی۔ نانی نے ان کی تعلیم و ترتیب میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ابھی واجدہ نے مڈل تک تعلیم حاصل کی تھی کہ تقسیم ہند کا واقعہ رونما ہوا۔ ان کے خاندان نے امراوتی سے حیدر آباد دکن ہجرت کی۔(6) والد نے واجدہ کا نام واجدہ بیگم رکھا جبکہ والدہ نے ملکہ۔ امی کا رکھا ہوا نام چل نکلا اور جب یہ نام بگڑا تو کسی نے ملکوں کہنا شروع کیا۔ کسی نے مکی اور کسی نے ملکی۔ مگر سکول میں داخلہ کے وقت ان کا نام " واجدہ بیگم " درج کیا گیا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

جب واجدہ نے لکھنا شروع کیا تو" واجدہ تبسم "کا قلمی نام اختیار کیا۔ یہ قلمی نام انھوں نے کیوں رکھا اس بارے میں وہ خود لکھتی ہیں صاف سیدھی بات ہے۔ زندگی نے مجھے غم ہی غم دیے، میں اپنی زندگی میں مسکراہٹیں بھر لینا چاہتی تھی، اور یہی کیا۔ اس طرح خود میرے خاندنے بھی پہلے پہل بہت کم لوگوں کو پتہ چلا کہ میرا ہی نام" واجدہ " تبسم ہے۔(۷) واجدہ تبسم نے مڈل تک تعلیم امراوتی میں حاصل کی تھی۔ حیدر آباد دکن آنے کے بعد یہاں انھیں مالی مشکلات نے آگھیرا، اور وہ مزید تعلیم جاری نہ رکھ سکیں۔ نانی اماں نے جو مال و دولت بچا کر رکھا تھا ان کی تعلیم و تربیت پر خرچ کرتی رہیں۔ گاؤں کی زمینوں سے جو روپیہ آتا رہا اس سے گزر بسر ہوا کرتا تھا یہاں تک کہ کتابوں کی خریدنے کے لیے بھی پیسے نہ تھے۔ ادھر ادھر مانگنے کی کتابوں سے کام چل جاتا۔ واجدہ کو لکھنے پڑھنے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ نانی اماں چونکہ پرانے روایات اور تہذیب کی پوجاری تھیں اس لیے لڑکیوں کی تعلیم کی اتنی مداح خواں نہیں تھیں۔ وہ نصاب کی کتابوں کے علاوہ رسالے اور دیگر کتابیں چوری چھپے پڑھتی تھیں۔ دراصل نانی اماں کا خیال تھا کہ نصاب کی کتابوں کے علاوہ باقی رسالے اور کتابیں بچوں کا ذہن خراب کرتی ہیں۔ اس بارے میں خود واجدہ تبسم لکھتی ہیں ہمیشہ سے میرا اصول رہا ہے کہ امتحان سے چند دنوں پہلے ایک دوبار گہری توجہ سے پوری کتابیں دیکھ ڈالیں اور بس معاملہ ختم مگر میں گھر والوں پر یوں پوز کرتی تھی کہ جیسے میں بڑی بکش (Bookish) بڑی ہی پڑھاکو ہوں۔ جب دیکھوں تب کتاب منہ سے لگی ہے۔(8)) یہ مدتوں کا راز ایک دن کھل ہی گیا۔ میں یہ کرتی تھی کہ کورس کی کتابوں یا کاپیوں میں اندر ناول اور رسالے رکھ رکھ کر پڑھا کرتی تھی۔ اگر کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ میں بڑے انہماک سے امتحان کی تیاری میں مشغول ہوں، مگر میں تو دوسرے ہی امتحان کی تیاریاں کیا کرتی تھی۔ حد یہ ہے ممکن ہے آپ میں سے بہت سے یقین کریں بھی ناں۔ کہ عین امتحان کے دنوں میں بھی ناول پڑھا کرتی "۔(۸) واجدہ پڑھائی میں بہت تیز تھی دو تین سو صفحوں کی کتاب ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ختم کر لیتی تھیں۔ سکول جلد پہنچنے کی خواہش صرف اس خاطر تھی کہ لائبریری جا کر کتابیں پڑھیں("۔(۹) مالی مشکلات کے سبب انھوں نے میٹرک، ایف اے، اور بی اے کے امتحانات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد سے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے پاس) کیے(10)۔ ۱۹۶۰ء میں ناگ پور یونیورسٹی سے ایم اے اکنامکس کا امتحان اعزازی نمبروں سے پاس کیا۔ باوجود اس قدر اعلیٰ تعلیم کے اُنھوں نے اپنی زندگی گھر کی چار دیواری میں گزاری اور قلم سے رشتہ جوڑ کر اردو زبان وادب کی آبیاری کرتی رہیں۔

کتب بینی کا شوق:

واجدہ تبسم کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ غربت اور تنگدستی کے باوجود انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سکول کے زمانے ہی سے کتابیں پڑھنے کا شوق اس قدر تھا کہ لائبریری سے اپنی استانی کی اجازت سے جتنی چاہتی اتنی کتابیں لے لیا کرتیں۔ وہ ریڈنگ میں بہت تیز تھیں۔ دو تین سو صفحوں کی کتاب ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ختم کر ڈالتی۔ (11) جب واجدہ تبسم کے خاندان نے حیدر آباد دکن ہجرت کی۔ تو بقول اُن کے: میرا مطالعہ جیسے ختم ہو کر رہ گیا۔ لائبریری کے قوانین بہت سخت تھے۔ ایک لڑکی کو صرف ایک کتاب ملتی۔ وہ بھی ہفتہ میں ایک دن۔(۲۱) لیکن جو انسان جس چیز سے لگاؤ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز یا اُس کی وہ خواہش ضرور پوری کرتا ہے۔

واجدہ کی یہ خواہش کس طرح پوری ہوئی۔ اس بارے میں وہ خود بھتی ہیں میں ایک دن میں اپنی کرسی پر بیٹھی بے دلی سے کچھ گن گنا رہی تھی۔ میرے بازو والے ڈیسک پر ایک لڑکی بیٹھی لائبریری سے لی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ مجھے گن گناتا دیکھ کر اُس نے کتاب بند کر دی اور کہا: واجدہ ذرا زور سے تو گاؤ۔ میری نگاہ کتاب سے جا ٹکرائی۔ وہ منشی پریم چند کا ناول" گئودان" تھا۔ میں نے ذرا جھجک کر کہا ایک شرط پر کون کی شرط؟ وہ حیران ہو کر بولی۔ میں تمھیں گانا سناؤں گی اور تم بدلے کے طور پر مجھے یہ کتاب پڑھنے کو دو شرط ایسی کوئی کڑی نہ لگی اُسے۔ میں نے اُسے ایک فلمی گیت سنایا۔۔۔ کتاب میرے ہاتھوں میں تھی۔" یہ سودا مجھے بہت سستا پڑا۔ کیونکہ اس طرح گانا سنا دینے سے میرا کچھ نہ بگڑتا تھا مگر مجھے بدلے میں کتابیں مل جایا کرتیں۔" پانچویں، چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں کلاس کی تمام لڑکیوں سے یہی سودا نپٹنے لگا۔(۱۳) جہاں تک واجدہ تبسم کے ناک نقشے اور خلیے کی بات ہے تو ان کی صورت ضمیمہ میں تصویر سے ظاہر ہے۔ لیکن مختلف مقامات پر مختلف تحریروں سے جو تصویر ان کی بنی وہ کچھ یوں ہے کہ رنگ سانولا، آنکھیں بھوری درمیانہ قد، قد کی مناسبت سے بال بہت ہی لمبے جسم دبلا پتلا (بعد میں جسم فربہی کی طرف مائل) اور میٹھی آواز کی مالک تھیں۔ اسی میٹھی آواز کی وجہ سے کلاس بھر میں بنگالی مینا کے نام سے مشہور تھیں۔ استانیاں پیار سے "خوش آواز پرندہ، اور قریبی سہلیاں "بلبل" اور "کوئل" کہہ کر پکارتیں۔(۱۴) جیلانی بانو نے اپنے لفظوں میں واجدہ کی جو تصویر کھینچی ہے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وہ یہ یوں ہے:

ازدواجی زندگی:

اس کے سانولے بیضوی چہرے، بڑی بڑی خمار آلودہ آنکھوں، کھلے بالوں، اور اونچے پورے قد میں ایسی دلکشی ہے کہ اس سے دوستی اور بے تکلفی کی منزلیں طے کرنے کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت نہیں پڑتی۔(۱۵)واجدہ تبسم کی شادی ۱۹۶۰ء میں اپنے کزن اشفاق سے ہوئیں۔ اشفاق انڈین ریلوے میں ملازم تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد اُنھوں نے واجدہ تبسم کی کئی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ کیں۔ واجدہ اپنے شوہر کے ساتھ ممبئی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہیں۔ واجدہ کی ایک بیٹی اور چار بیٹے ہیں۔ اُس نے اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر ایک فلم بھی بنائی جس میں انھیں بری طرح ناکامی ہوئی۔ اس فلم کی ریکارڈنگ کے لیے اُنھوں نے اپنا گھر بطور فلم سٹوڈیو استعمال کیا۔

شخصیت:

واجدہ صوم وصلوۃ کی بڑی پابند تھیں۔ بعض لوگوں نے اس پر ان کا تمسخر بھی اُڑاتے کہ واجدہ اپنی مذہبی ہونے کی بڑی پبلسٹی کرتی ہیں حالانکہ اُن میں ایسی کوئی بات نہیں تھیں۔ ہوتا یوں تھا کہ واجدہ تبسم کو کہیں مدعو کیا گیا اور نماز کا وقت ہو گیا، وہ نماز کے لیے اُٹھ گئیں، بس قیامت آگئی، کسی تقریب میں گئیں اور نماز کا وقت ہوا اور وہاں نماز پڑھ لی تو لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری اس حوالے سے اپنے ایک انٹرویو میں یوں اظہار کیا۔ بھائی میں لوگوں کی ناگواری کا خیال کرنے سے رہی۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ ہم لوگوں کے پاس ایک ہی دولت ہے۔ وہ ہے ایمان کی دولت۔ سوائے خدا اور رسول کے ہمارے پاس ہے ہی کیا۔ لوگوں کی ناگواری کی خاطر میں خدا اور رسول نہیں چھوڑ سکتی۔ (۱۶)واجدہ تبسم ایک ہمدرد عورت تھیں۔ انھیں انسانیت سے پیار تھا اور دوست احباب کا بے حد لحاظ کرتی تھیں۔ انھیں رشتوں کا احساس تھا کیونکہ وہ ایک دردمند دل رکھتی تھیں۔ جیلانی بانو نے اس حوالے سے اپنے احساسات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے واجدہ کو جس پر پیار آجائے، اس کے لیے وہ تکلف اور رکھ رکھاؤ کے ڈھکوسلے قطعی برداشت نہیں کر سکتی۔ ہمدردی کے ایک میٹھے بول پر مٹتی ہے، کیوں کہ اس کی روح محبت کی پیاسی ہے اس نے آنکھ کھولتے ہی اپنے آپ کو اکیلا پایا۔۔۔ واجدہ تبسم کی شخصیت اپنے بہن بھائیوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اپنی بہنوں کی ذرا ذرا سی خوشی کے لیے وہ بڑی سے بڑی قربانی دے سکتی ہے ان بہنوں نے ایک دوسرے کو سب کچھ دے ڈالا ہے کہ اب انہیں کسی رفیق کسی سہیلی کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ واجدہ کی شخصیت کا چاند ان پیکرنوں کے نور سے اکتساب حاصل کرتا ہے۔(۱۷)

واجدہ ہر خوشی اور غم شدت سے محسوس کرتی تھیں، کسی دوسرے کی آنکھوں میں چمکنے والے آنسوؤں کو وہ بڑی خوشی سے اپنی آنکھوں میں چھپالیتی تھیں۔ اور پھر ان خوشی اور نمی کو کہانیوں کے روپ میں دھار لیتی تھیں۔ ان کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ اُنھوں نے ادیبوں کی بہانہ بازسازی اور نخروں کا سلیقہ نہیں سیکھا۔ اگر ان سے فرمائش پر لکھنے کو کہا جاتا تو وہ بے چین اور مضطرب رہتی تھیں جب تک کہ فرمائش پوری نہ کر لیتی تھیں۔ جیلانی بانو انہی فرمائشی تحریروں کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ: جب انھیں کچھ مجھے لکھنے کو کہا جاتا تو واجدہ بیچ بیچ رونے بیٹھ جائے گی۔ مضطرب سی پھرے گی۔ کھانا پینا چھوڑ کر جب تک کہانی نہ لکھ ڈالے اسے چین نہ پڑے گا وہ تین دن میں ایک ناولٹ اور چار کہانیاں لکھنے کا بے حد کامیاب تجربہ کر چکی ہے۔ ایک اندھیرے کمرے کے کونے میں فرش پر سر جھکائے بیٹھی رہتی ہے۔ کل سے کھانا پینا حرام ہے۔ کیونکہ کسی نئی بیماری کو اس پر پیار آگیا ہے نقاہت کے مارے ہونٹ خشک ہیں آنکھیں چھلک رہی ہیں۔ آدھے سر میں اس بلا کا درد ہے کہ اس نے سر پر دوپٹہ لپیٹ لیا ہے لیکن جب وہ لکھتے لکھتے سر اٹھائے گی تو کئی کہانیاں مکمل ہو چکی ہوں گی۔ واجدہ نے "زہر عشق"، تصویریں"، "تین جنازے"، اور "شہر ممنوع"، جیسی لازوال کہانیوں کا اُردو ادب میں اضافہ کیا ہے۔ بڑی سے بڑی تکلیف اور بیماری بھی اسے لکھنے سے نہیں روک سکتی تھیں"۔(۱۸)

واجدہ تبسم تصنع سے کوسوں دور تھی۔ وہ سادہ طبعیت کی مالک عورت تھیں۔ ان کا ملنا جلنا بھی کم کم ہی تھا۔

سادگی سے زندگی سے گزار تھیں۔ جیلانی بانو لکھتی ہیں: واجدہ ہجوم سے گھبراتی ہے اور لوگوں سے بہت کم ملتی ہے۔ فرصت کے وقت مزے مزے کے کھانے پکاتی ہے۔ جن خوش نصیبوں نے یہ کھانے کھاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس میدان میں بھی اس نے بڑے بڑے فنکاروں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ شاپنگ اور سینما کے علاوہ کوئی تفریح نہیں کرتی۔ مہینوں گھر سے باہر نہیں نکلتی۔ ہندوپاک کی مقبول افسانہ نگار واجدہ تبسم بی اے کی کوئی ہابی نہیں ہے نہ کسی کھیل میں دلچسپی ہے کوئی اس سے ملنے آئے تو خاطر تواضع کی اس حد کو پہنچ جائے گی کہ ملنے والا اس کے خلوص پر ایک مضمون لکھنے کا ارادہ کر کے اٹھے۔۔۔ کوئی اس کی تعریف کرے تو چھپ جائے گی۔(۱۹)واجدہ تبسم کو

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

جب ان کے افسانوں پر پذیرائی اور حوصلہ افزائی ملنے لگی تو ان میں اعتماد بڑھنے لگا۔ زندگی نے جو دکھ اور درد دیے تو ان کی درماندگی کہانیوں کی رسائل میں چھپنے سے دور ہونے لگی یوں ان کے اندر طمانیت کا احساس پیدا ہونے لگا۔ مایوسی کا دور ختم ہوا، اور انھیں زندگی سے پیار ہونے لگا، ورنہ ایک دن تو وہ زندگی سے بیزار ہو کر زہر پینے تک آ گئی تھی۔ یہ واقعہ انھوں نے خود یوں بیان کیا ہے زندگی سے دل بھر گیا۔ ہر وقت روتی رہتی۔ دو ایک بار خودکشی کی کوشش کی۔ ایک بار زہر کی بوتل منہ تک لے بھی گئی، مگر افروز (میری چھوٹی بہن، میری دوست) نے دیکھ لیا۔ (۲۰) پر اب ان میں جینے کی امید پیدا ہو گئی تھیں اور خود کہنے لگی: جب مرنے کا سیزن تھا تب تو نہ مرے، اب کیا مریں گے؟ اب تو جینے کے دن آ رہے ہیں۔ (۲۱)

واجدہ تبسم کی شخصیت میں اب نمایاں تبدیلی آ گئی تھیں۔ زندگی کی تلخ حقائق نے انھیں جینے کا فن سکھا دیا تھا۔ چند ہی کہانیاں لکھ کر وہ نام کمایا کہ بڑے بڑے لکھاری بہت کچھ لکھ کر بھی نہیں کما سکتے۔ وہ خود کہتی ہیں: مجھے اپنے مستقبل سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ جانتی ہوں کہ میں نے ابھی کچھ نہیں لکھا ہے، کچھ بھی نام پیدا نہیں کر سکتی ہوں، لیکن سوچتی ہوں ناکامی کی اینٹوں سے ہی تو کامیابی کا محل کھڑا ہوتا ہے۔ (۲۲) واجدہ تبسم ایک گھریلو عورت ہونے کے باوجود ادبی حلقوں میں فعال رہیں۔ افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ شاعری بھی کرتی رہیں۔

حلقہ احباب

واجدہ تبسم کا حلقہ احباب پاکستان اور ہندوستان میں اپنے معاصر ادیبوں اور شاعروں تک پھیلا ہوا تھا۔ جیلانی بانو، عصمت چغتائی، بانو قدسیہ اشفاق احمد محمد طفیل احمد ندیم قاسمی، سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھی۔ واجدہ تبسم، جان نثار اختر، مخدوم محی لدین، اور ساحر لدھیانوی جیسے مشاہیر ان کے حلقہ احباب میں تھے۔ وقتاً فوقتاً ان سے خط کتابت ہوتی رہتی تھی تبسم کے خطوں سے ان کی شخصیت کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ جیلانی بانو ان کی خطوط نگاری کے بارے میں لکھتی ہیں: "اپنے پسندیدہ ادیبوں کو خط لکھنے اور ان کی خوشیوں اور دکھوں کو اپنے دل میں جمع کرنے کا اسے شوق ہے۔ اس وقت تک میں نے واجدہ کی دو چار کہانیاں پڑھی تھیں۔ یہ کہانیاں اس قدر تیکھی اور جرات آمیز تھیں کہ میں نے واجدہ کا بڑا خطرناک سا تصور قائم کیا تھا۔ اپنے خطوں میں وہ مجھ سے بے حد مرعوب جب تک اس سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی تو وہ مجھے خط لکھا کرتی تھی۔ اور "دیدی" سے مخاطب کرتی تھی۔ اس نے مجھے اپنی ساری کمزوریاں اور مجبوریاں سناڈالی تھیں اور میری ذرا ذرا سی پریشانیوں پر کڑھتی تھی۔ مخطوں کی یہ سادگی بھی"۔ (۲۳)

وفات:

"میرے لیے بڑی دلچسپ تھی۔ کیوں کہ میرے ذہن میں ایک ایسی الٹرا موڈرن افسانہ نگار کا تصور تھا جو رائج الوقت ہیں لیکن میں خود نہایت بے ادب قسم کی ادیب ہوں۔ مجھ پر ادیبوں کی چمکتی دمکتی قبا بھی نہیں سجھی۔ اس سے اس پوری قوم" سے بہت دور تھی کہ واجدہ سے خط و کتابت کے باوجود میں نے اس سے ملنے میں ذرا بے صبری نہیں کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ واجدہ نے بھی میرا ایک نہایت "تقدس مآب" بت سجا رکھا تھا۔ (24) آخر عمر میں واجدہ تبسم مختلف قسم کی بیماریوں (بلڈ پریشر، شوگر، جوڑوں کا درد) میں ایک عرصے تک مبتلا رہنے کے بعد ے دسمبر ۲۰۱۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ بعد از نماز ظہر مرحومہ کا نماز جنازہ ادا کیا گیا جو ہو قبرستان میں ہمیشہ کے لیے سو گئیں۔ (25)

ادبی زندگی کا آغاز:

اردو زبان و ادب کی یہ اہم ادیبہ اپنے پیچھے متعدد افسانوی مجموعوں، خاکوں، ناولوں اور ناولٹوں کی صورت میں ایک اچھا خاصا ادبی سرمایہ چھوڑ گئی ہیں۔ واجدہ تبسم نے آٹھ سال کی عمر میں پہلی کہانی لکھی۔ ان کی تعلیم کا ان کی افسانہ نگاری پر بے حد اثر ہے۔ واجدہ نے جب اُردو سیکھی اور ادب پڑھنے لگی تو ساتھ ہی کہانیاں لکھنا شروع کر دیا۔ (26) واجدہ تبسم نے اپنی پہلی کہانی کن حالات میں لکھی وہ خود اس بارے میں کہتی ہیں: "جس واقعے پر کہانی کی بنیاد تھی وہ یہ تھا کہ میرے ایک بھائی لکھنو میں ڈاکٹری پڑھتے تھے۔ چھٹیوں میں ہر سال گھر آیا کرتے تھے۔ ایک سال حسب معمول گھر آئے۔ سب سے ملنے جلنے لگے۔ گھر میں بہت سے لوگ تھے۔ میں نے آداب کہا تو ان کی توجہ میری طرف نہ ہوئی۔ اسے میں اپنی ذلت سمجھی۔ جبھی میں نے ایک کہانی لکھی جس میں ہیروئن ایک بہن ہوتی ہے اور کہانی کا ہیرو ایک بھائی جو دور ہے آتا ہے مگر بہن کی محبت کا Response نہیں دیتا۔ اس غم میں بہن گھل گھل کر دق میں مبتلا ہو جاتی ہے اور آخر کار مر جاتی ہے۔ بات بہر حال جو کچھ بھی تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ میرا شدید احساس ہی تھا جس نے مجھے افسانہ نگاری پر مائل کیا۔ میں حد درجہ حساس ہوں اور اس نے مجھے افسانہ نگار بنایا ہے۔ ((27 ظاہر ہے اوائل عمری میں لکھی گئی کہانیاں فنی اعتبار سے خام درجہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

پر تھی تاہم ان کی ادبی سفر کا آغاز ہو گیا۔ ابھی واجدہ تبسم نے بی اے ہی پاس کیا تھا کہ دہلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "آئینہ" شائع ہونے لگا۔ اس اخبار میں ایک مستقل عنوان ہوا کرتا تھا میری یادداشت سے"۔ اس عنوان کے تحت کوئی ناقابل فراموش واقعہ اپنی یادداشتسے چن کر لکھنا پڑتا تھا۔ واجدہ کو انٹر کا امتحان دیتے وقت ایک واقعہ پیش آیا تھا اُسے لکھ کر "آئینہ" کو اشاعت کے لیے بھیج دیا۔ ان کی یہ یہ تحریر شائع ہوئی اور یوں ان کی کہانیوں کا آغاز ہو گیا۔(28) واجدہ کی اس تحریر کا ذکر ہاجرہ مسرور نے اپنے ایک خط میں یوں کیا ہے: آپ کا خط ملا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ دراصل جب سے میں نے "آئینہ" میں آپ کا "میری یادداشت سے" پڑھا ہے مجھے آپ سے شدید دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔ میں چاہتی تھی کہ آپ کو آئینہ" کی معرفت خط لکھوں اور آپ کی حقیقت پسندانہ جذبے کی داد دوں، مگر مصروفیتوں میں موقعہ نہ مل سکا۔ دل سے دل کو راحت اور آپ ہوتی ہے، شاید اس لیے آپ نے مجھے خط لکھ ڈالا۔ جس کے لیے ممنون ہوں۔ دراصل میرے متاثر ہونے کی سب. سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہم جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس میں اتنی جرات ہے کہ دوسروں کے بارے میں سچ کہہ دے، مگر اپنے بارے میں یعنی اپنی ذات کے بارے میں سچ کہنے سے گریز کرتے ہیں۔ فاقہ کرنا ہم سفید پوشوں کے لیے ممکن ہے مگر اسے چھپانا، اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھنا انتہائی شرافت کی بات سمجھی جاتی ہے، ایک بار بہت برے دنوں میں فاقہ میں نے بھی کیا پورے اڑتالیس گھنٹے کا فاقہ۔ مگر میں ابھی تک اس بات کو نہ لکھ سکی۔ آپ نے یہ بات لکھ دی، اور آپ بہت آگے جا کر کھڑی ہو گئیں میں آپ کی اسی بات سے بہت متاثر ہوئی۔29

واجدہ کو اپنی کہانیوں میں اپنے ذاتی دکھوں کے علاوہ دوسروں کے واقعے اور حادثے جن سے ان کے دل کرچی کرچی ہو کر رہ جاتا تھا بڑے انہماک سے انھیں لفظوں کا روپ دے کر مختلف ادبی رسالوں میں چھپوانے کے لیے بھیج دیتیں۔ ابھی ان کی چند کہانیاں ہی چھپی تھیں کہ ایک دم سے تہلکہ مچ گیا۔ دوست رشتہ دار خلاف ہو گئے اور کہنے لگے واجدہ بیگم نے تو عصمت کو بھی مات دے دی۔"

"ارے یہ افسانے کہیں: شریف بہو بیٹیوں کے پڑھنے کے لائق ہیں؟" اس کے افسانے تو شادی شدہ عورتیں بھی نہیں پڑھ سکتیں۔ "دیکھنا ایک دن باپ کی ناک کٹوا کر رہے گی ۔ "میری بیٹی ایسے افسانے لکھتی تو اپنے ہاتھوں گلا گھونٹ دیتی۔(30)

اس کے بعد ان کی کہانیاں ماہنامہ "بیسویں صدی" میں شائع ہونے لگیں، اور یوں سلسلہ چل نکلا۔ اُس دور کے ادبی رسالوں میں ان کے افسانے اور ناولٹ شائع ہونے لگے اور بہت جلد ادبی دنیا میں نام پیدا کر لیا۔ یہاں تک کہ رسالوں کے مدیران سے اپنے رسالوں کے لیے افسانے مانگنے لگے۔ واجدہ اپنی کہانیاں نانی اماں سے چھپ کر چھپواتی تھیں۔ لیکن یہ کارنامے "آہستہ آہستہ نانی اماں کے کانوں تک پہنچنے لگے اور جب لوگوں نے نانی اماں کے کان خوب بھرے تو نانی اماں سخت برہم ہو گئیں۔ انھیں دنوں واجدہ کا افسانہ "تین جنازے چھپ کر آیا تھا۔ نانی اماں پرچہ لے کر آئیں اور ڈٹ گئیں کہ بتاتو کیا لکھتی ہیں۔ یہ کہانی پڑھ کر مجھے سناؤ۔ "واجدہ نانی کے اس مطالبے پر عجیب کش مکش کا شکار ہو گئیں۔ کہانی نہ سنانے پر نانی اماں کا شبہ یقین میں بدلا کہ یقیناً واجدہ "ایسی ویسی" کہانیاں لکھتی ہیں۔ تبھی تو نہیں سنانا چاہتی ہیں۔ واجدہ نے ڈرتے ڈرتے اپنی دفاع کی بہت کوشش کی مگر بے سود۔ پھر جب کبھی نانی اماں واجدہ کے ہاتھ میں قلم کاغذ دی دیکھتی تو "بیٹی بتا کیا لکھ رہی ہے؟ عنا کیا لکھ رہی ہے؟ جیسے استفسارات ہوتے رہتے۔ نانی اماں چونکہ زمانے کا اُتار چڑھاؤ دیکھ چکی تھیں اس لیے انھیں چلا دینا بڑا مشکل کام تھا۔ اگر واجدہ خط لکھنے کا بہانا بنا دیتیں تو نانی اماں کہتی: خط اتنے بڑے بڑے لکھے جاتے ہیں؟ ضرور کہانی لکھ رہی ہے۔(31) نانی اماں کی کڑی نگرانی سے یہ مصیبت پیدا ہوئی کہ ایڈیٹروں کے جو خط آتے اور جاتے سب کچھ نانی اماں کی نظر سے گزرتا۔ ایک دن بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا جسے خود واجدہ نے یوں بیان کیا ہے:

"محترمی ایڈیٹر صاحب۔ آپ نے کہانی مانگی ہے۔ اس وقت تو نہیں ہے، جب لکھوں گی تو فوراً بھیجوا دوں گی۔ کیا لکھا۔ جب لکھوں گی!؟ مگر یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟؟ پھر کسی نامراد لکھتے، بے وقوف ایڈیٹر کا خط آ گیا کہ کہانی مل گئی۔ ارے کمبخت مل گئی تو اطلاع دینا کون ضرور تھا۔ لیجیے اب نانی اماں پوچھ رہی ہیں۔ کہانی مل گئی۔ آپ نے کمال کر دیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب آپ آسمان ادب کا سورج بن کر چمکیں گی۔ "یہ کہانی کب بھیجوائی تھی؟۔(320) ایڈیٹروں کی اس مطالبہ والی بات میں مبالغہ یا خود نمائی کا عنصر شامل نہیں۔ کیونکہ واجدہ تبسم کے نام مشاہیر کے جو خط، نقوش خطوط نمبر میں شائع ہوئے ہیں ان کا دورانیہ سنہ ۵۵ تا ۵۶ء ہے۔ یہ واجدہ کی ادبی زندگی کا ابتدائی دور تھا۔ ان خطوں سے یہ بات ثابت ہے جن میں رسالوں کے مدیران واجدہ سے اپنے رسالوں کے لیے کہانیاں مانگ رہے ہیں۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مثال چند خطوں کے اقتباسات ملاحظہ کیجیے: شاہد احمد دہلوی اپنے ایک مکتوب میں واجدہ تبسم کو لکھتے ہیں:

دسمبر میں "ساقی" کو (30) سال پورے ہو رہے ہیں اس سالگرہ کے موقع پر ساقی "کا خاص نمبر شائع کرنے کی تجویز ہے، جو اردو کی افسانہ نگار خواتین کے پسندیدہ افسانوں پر مشتمل ہو۔ اس سلسلے میں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ استدعا ہے آپ کو اپنا جو افسانہ سب سے زیادہ پسند ہو اُس کی نقل عنایت فرمائیں۔ اگر ہو سکے تو پسندیدگی کی وجہ بھی لکھ دیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو اپنے مختصر حالات زندگی اور تصویر بھی بھیج دیں۔ یقین ہے کہ آپ کی توجہ سے "ساقی کا یہ خاص نمبر ایک یادگار نمبر بن سکے گا۔ شکریہ۔(33) احمد ندیم قاسمی اپنے ادبی رسالہ "فنون" کے لیے افسانے کی بابت واجدہ تبسم کو لکھتے ہیں: اور وہ کہانی؟ جو آپ مجھے بہر حال دے رہی تھیں؟ وہ کہاں ہے؟ اور وہ ناولٹ جو کم سے کم پاکستان میں تو صرف "کتاب نما" ہی چھاپے گا(34) ۱۰ جون ۱۹۶۵ء کو احمد ندیم قاسمی اپنے ایک اور خط میں انھیں یوں لکھتے ہیں: اب کے پرچہ ۲۵ اگست کو پوسٹ ہو گا اور آئندہ باقاعدگی کا ارادہ۔ ہے۔ پھر آپ سے جنوری کے پرچے کے لیے افسانہ مانگوں گا اور یہ کہانی آپ کو نومبر کے وسط تک بھیجنی ہو گی۔ پانچ مہینے کا وقفہ ہے۔ اتنی "وسیع القلمی" آپ نے اور کس ایڈیٹر کے ہاں دیکھی ہو گی؟ اور وہ ناولوں والا قصہ کہاں گیا؟ مجھے تو مہینوں سے انتظار تھا۔(35) واجدہ تبسم کو ان کی کہانیوں پر معاوضہ بھی ملتا تھا۔ ممکن ہے واجدہ تبسم نے احمد ندیم قاسمی سے اپنے کسی خط میں معاوضے کی بابت لکھا ہو گا، اس لیے احمد ندیم قاسمی نے جواب میں لکھا: فنون کا نیا شمارہ یکم ستمبر کو آئے گا اس لیے 1615،، اگست تک اسے پریس میں دوں گا۔ اگر آپ میرا یہ عریضہ ملتے ہی بذریعہ ائیر میں افسانہ بھجوا دیں تو مجھے وقت پر مل سکتا ہے اور میری تمنا ہے کہ آپ اس شمارے میں بہر صورت شامل ہوں۔ میں بطور خاص ہندوستانی ادیبوں کی چیزیں معاوضہ ادا کر کے چھاپنا چاہتا ہوں مگر وہاں میرا کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو میری طرف سے رقوم ادا کرتا رہے۔ البتہ کوشاں ہوں کہ اپنی حکومت کے توسط سے ایسا کوئی ذریعہ پیدا ہو جائے۔ اُس وقت تک تو آپ مجھے مفت ہی افسانے بھجوایئے۔ میں "ظالم" نہیں ہوں مگر ظالم بننا پڑ رہا ہے۔ البتہ اب ظلم کے دن تھوڑے ہیں، یعنی اب ادائی ادا کا کوئی نہ کوئی بندوبست کر لوں گا"۔(36) اسی طرح اشفاق احمد اپنے رسالے "داستان گو" کے لیے واجدہ تبسم سے تحریروں کا مطالبہ یوں کرتے ہیں: میں آپ سے ناراض ہوں اور اُس وقت تک رہوں گا جب تک کہ ناولٹ نمبر کے لیے کچھ آنہ جائے۔ چالیس پچاس صفحوں پر مشتمل کوئی چیز ہو۔"7)۳) اپنے ایک اور خط میں اشفاق احمد، واجدہ کو لکھتے ہیں: جو سیدھی طرح یہ بتاؤ کہ ناولٹ کب بھیج رہی ہو میں ٹکٹوں کے پیسے نہیں جانتا مجھے ناولٹ بھیجواؤ۔ وہ جو تم مدراس میں اے۔ ایم فضل صاحب سے "داستان گو کا تذکرہ کر آئی تھیں انھیں پرچے بھیجوا دیئے ہیں۔ اگر خدانخواستہ وہ ہمارے سالانہ ممبر بننے پر تل گئے ہیں تو دس روپے ٹکٹوں کے لیے تمھیں بھیجوا دیے جائیں گے۔ اس وقت یہاں صرف چھ پیسے کے ٹکٹ مل سکتے ہیں۔ مزے اڑاؤ چاہے کسی کو خط لکھو چاہے ایک آنے والی قلفی منگوا کر کھالو۔ ناولٹ مجھے ہر حال میں ایک ہفتہ کے اندر اندر مل جانا چاہیے۔ رجسٹری کروا کے بھیجنا۔ یونہی بدھوؤں کی طرح اُٹھا کے عام ڈاک سے نہ بھیجوا دینا تمھاری طبیعت ایسی ہی لاابالی ہے۔ جواب جلد ناولٹ جلد تر۔ ہاں سچ تمھارا پچھلا خط بے رنگ ہو کر ملا تھا یعنی اس پر کافی ٹکٹ نہیں تھے۔ والسلام-38) اس کے علاوہ راقمہ کے پاس محمد طفیل (مدیر: نقوش) کے نام واجدہ تبسم کے غیر مطبوعہ خطوں کے نقل موجود ہیں۔ ان خطوں کے نفس مضمون میں بھی جگہ جگہ ایسی باتیں مل جاتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد طفیل بھی وقتاً فوقتاً "نقوش" کے لیے واجدہ سے کہانیاں یا ناولٹ مانگتے رہتے تھے۔ جس کی تصدیق یا سند یہ ہے کہ راقمہ نے "نقوش" کے مختلف شماروں سے واجدہ کے افسانے اور ایک ناولٹ نقل کیا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ نانی اماں، واجدہ تبسم کے کہانی لکھنے کی خلاف تھیں۔ اس لیے وہ سب سے چھپ کر ایک تاریک اور اندھیارے کونے میں بیٹھ کر کہانیاں لکھا کرتی تھیں۔ ایک بار جب جیلانی بانو ان سے ملنے آئی تو اس اندھیرے کمرے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی: بانو (جیلانی بانو) جب پہلی بار مجھ سے ملنے میرے گھر آئی تو اس نے وہ جگہ دیکھنی چاہی، جہاں بیٹھ کر میں "ادب تخلیق"، کیا کرتی تھی۔ پہلے تو اسے یقین ہی نہ آیا کہ ایسی واہیات جگہ بیٹھ کر کوئی سانس بھی لے سکتا ہے مگر جب میں نے اُسے ٹوٹا ہوا چین، زنگ آلود چاقو، چھوٹی سی دوات، لال اودی پنسل کا ٹکڑا اور تازہ آئے ہوئے رسالوں کے ساتھ فرش پر بے شمار سیاہی کے

چھینٹے پڑے ہوئے دکھائے تو اسے یقین کرنا پڑا۔39) ایک وقت وہ تھا جب نانی اماں اور خاندان کے دوسرے لوگ واجدہ تبسم کی کہانیوں پر انھیں برا بھلا کہتے رہے کہ "واجدہ خاندان کی، رشتہ داروں کی ناک کٹا دے گی۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب ان کی شہرت بڑھی تو ہر ایک ان سے اپنے رشتے ناطے جوڑنے لگے اور فخریہ کہتے تھے: ارے وہ واجدہ تبسم! میری بھتیجی ہے۔ بڑی ہونہار لڑکی ہے۔ ہاں ہاں وہ واجدہ نا۔ میری عزیز ہے۔ بڑی اچھی کہانیاں لکھ رہی ہے۔ اس کے باپ تو میرے دوست تھے۔ خاندان کا نام روشن کر دیا، بٹیا نے۔(40) واجدہ تبسم کی کہانیوں کے لکھنے کا رفتار بہت تیز تھا۔ بعض اوقات تو ایک ہی نشست میں ایک کہانی مکمل کر دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.4.2025

انھوں نے طویل سے طویل کہانیاں بھی ایک ہی نشست میں بیٹھ کر لکھی ہیں۔ان کی تخلیقات اردو ادب کے مؤقر جرائد ور سائل میں با معاوضہ شائع ہونے لگیں۔پسندیدہ کہانیاں:اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہر فن کار کو اپنی تمام تر تخلیقات پسند ہوتی ہیں لیکن بعض تخلیقات ذرا زیادہ پسند ہوتی ہیں۔واجدہ تبسم کو اپنی بعض ایک کہانیاں زیادہ پسند تھیں جن میں شہر ممنوع"،گلستان سے قبرستان تک"،"ساتواں شہزادہ"،"کالے بادل"،پاندان"،گناہوں کی پاداش"،"آگ میں پھول"،شامل ہیں۔یہ کہانیاں نہیں بلکہ واجدہ تبسم کے نزدیک جیتی جاگتی حقیقتیں ہے:یہ اور ایسی کتنی ہی کہانیاں،کہانیاں نہیں جیتی جاگتی حقیقتیں تھیں جنھیں میں نے لفظوں کا جامہ پہنایا اور آپ نے کہانیوں کا نام دیا۔چونکہ فنکار کو فن تخلیق کرتے وقت یک گونہ مسرت محسوس ہوتی ہے اس لیے واجدہ تبسم کو بھی جن واقعات اور کردار نے فن کی شکل میں ڈھالنے پر مجبور کیا،ایسے میں وہ اس دکھ اور کرب کو بھول جاتی ہیں جو کہانی لکھتے سے انھیں پیش آتا تھا۔جیسا کہ وہ خود کہتی ہیں:مجھے کہانی لکھنے میں محنت تو نہیں کرنی پڑتی،ہاں شدید کرب سے اکثر گزرنا پڑتا ہے۔

حوالہ جات

1 .جان نثار اختر،مکتوب بنام واجدہ تبسم،مورخہ استمبر 1955ء مشمولہ؛ نقوش (خطوط نمبر)،شمارہ ۱۰۹،اپریل مئی،1986ء،ادارہ فروغ اردو،لاہور،ص42

.2 ایضا

.3 ایضا

.4 ایضا

.5 جان نثار اختر،مکتوب بنام واجدہ تبسم،مورخہ استمبر 1955ء مشمولہ؛ نقوش (خطوط نمبر)،شمارہ مئی،1986ا،ء،ادارہ فروغ اردو،لاہور،ص24

.6 گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،جدید تر اُردو افسانہ اور اس کے رجحانات "مشمولہ نگار،مسائل ادب نمبر،سالنامہ 1986ا،کراچی جس ۴۶۱

.7 طاہر منصور فاروقی،مرتب واجدہ تقسیم کے بے مثال افسانے"،الحمد پبلی کیشنز،لاہور 2008

.8 انوار احمد،ڈاکٹر،اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ"،مثال پبلشرز،فیصل آباد 2010،ص۱۰۸

.9 واجدہ تبسم،شہر ممنوع"،(میری کہانی)،نیا ادارہ،لاہور،دسمبر 1995ا،ص۵۱،۱۷

.10 واجدہ تبسم،شہر ممنوع"،ص ۳۲

.11 ایضاً،ص ۶۳

.12 ایضاً،ص ۳۲-۲۲

.13 ایضاء-۳۲-۲۲

14 نریش کمار شاد،واجدہ تقسیم سے انٹرویو"مشمولہ محبت (افسانوی مجموعہ)از:واجدہ تبسم،ملک رفعت پبلشرز،لاہور، ستمبر،ص ۵۳۰

15 ال واجدہ تبسم،شہر ممنوع"ص ۴۲

16 ایضاً،ص ۶۲

17 ایضاً،ص ۲۷

18 جیلانی بانو،"واجدہ تبسم "مشمولہ،محبت،از واجدہ تبسم،رفعت پبلشرز لاہور،،ص ۱۰

19 شاہد پرویز،واجد سے چند سوال (انٹرویو)،مقام بھئی مشمولہ دھنک کے رنگ نہیں"واجدہ تبسم،سوسائٹی پبلشرز لاہور،اپریل ۹۱،

20 جیلانی بانو،واجدہ قسم"مشمولہ:محبت (افسانوی مجموعہ)ص ۲۱

21 ایضا جیلانی بانو،ص ۱۴

22 ایضاء ص ۶۱

23 ایضاً،ص ۱۴

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

24 واجدہ تبسم، شہر ممنوع" ص ۱۳

25 ایضاً، ص ۳۴

26 جیلانی بانو، "واجدہ تبسم، مشمولہ: محبت (افسانوی مجموعہ)، ص 10-۱۱۰

27 نریش کمار شاد، "واجدہ سے انٹرویو" مشمولہ محبت، (افسانوی مجموعہ) واجدہ تبسم، ص ۵۳۰

28 ایضاً، ص ۱۵۳

29 واجدہ تبسم، شہر ممنوع، ص ۲۳۱

30 ہاجرہ مسرور، مکتوب بنام واحد و قسم، مورخہ: ۱/ فروری ۶۵ مشمولہ: نقوش (خطوط نمبر)،

31 واجدہ تبسم، شہر ممنوع"، ص ۳۳

32 ایضاً، ص ۴۳

33 ایضا، ص ۴۳

34 شاہد احمد دہلوی، مکتوب بنام واحدہ تقسیم، مورخہ ۱۲ اکتوبر 1995ء، کراچی مشمولہ؛ نقوش خطوط نمبر) ص ۵۲۴، ۶۲۴

35 احمد ندیم قاسمی، مکتوبنام واجدہ تبسم، مورخہ ۷/ فروری 1956، مشمولہ: نقوش (خطوط نمبر)، ص ۴۲۴

36 ایضاً ص ۵۲۴

37 ایضاً، ص ۳۲۴

38 اشفاق احمد، مکتوب بنام؛ واجدہ تبسم، مورخہ: ۰۲/ جون 1985، لاہور، مشمولہ: نقوش) مخطوط نمبر)، ص ۶۲۴

39 ایضاً ص ۷۲۴

40 واحد تبسم کا مکتوب بنام محمد طفیل، مورخہ: ۸ مئی ۱۹۶۳ء، مقام: Railway Block131 مملوکہ راقم 54 ریلوے بلاک ۱۳۱،